جمہوریت اور اسلامی نظام حکومت کی حقیقت اسلام کی روشنی میں

The reality of democracy and the system of Islamic government in the light of Islam

1. **Dr.Makhdoom Muhammad Roshan Siddiqui**	2. **Aijaz Ali Sodhar**
Associate Professor GC University Hyderabad	PhD Scholar Islamic culture university of Sindh Jamshoro
Email: Drmmr1997@gmail.com	**Email:** aijazsodhar58@gmail.com

3. Abdul Qayoom Channa , Asstant Professor Govt degree college Pir Jo Goth **,** MA, M Phil Islamic studies Islamic culture.
abdulqayoom179@gmail.com

To cite this article:

1. Dr.Mukhdoom Muhammad Roshan Siddiqui. 2**.**Aijaz Ali Sodhar .3. Abdul Qayoom Channa , Jan – June (2024) Urdu

جمہوریت اور اسلامی نظام حکومت کی حقیقت اسلام کی روشنی میں

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2),286-299 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

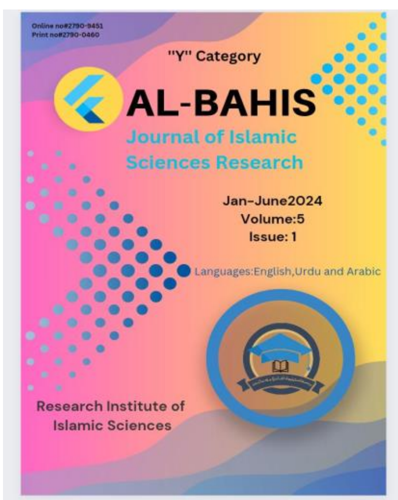

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

جمہوریت اور اسلامی نظام حکومت کی حقیقت اسلام کی روشنی میں

The reality of democracy and the system of Islamic government in the light of Islam

Abstract

Democracy means that all the sovereign powers of the state are legally available to the entire society. Democracy originated in India even before the birth of Siddhartha (Buddha). The basis of democracy is the submission and obedience of the majority, on which the authority of the system of democracy stands. In the case of popular sovereignty, representatives elected by the people have the power to make laws. On the contrary, in the Islamic system, the authority to legislate is vested only with Allah Almighty. He is the ruler of the entire universe and has power over everything. In the Islamic system of government, the Caliph of the Muslims is appointed by Allah. In the Islamic government, only the Quran and the Sunnah of the Prophet (PBUH) are the law. In any matter the law is explained by people who have deep knowledge of Quran and Hadith. They also give such an interpretation that they do while living in the realm of the Holy Quran and Hadith. Then the Caliph enforces it. Unlike the Islamic government, today's democratic system has no restrictions. Who are the legislators? How much knowledge does this group have of Quran and Hadith? How are their characters and biographies? On what principles and bases do they legislate? It has no limitations. The only rule is that the law has been passed by a majority of representatives elected by the people. The basic thing in a democratic system is that the relationship between government and religion is abolished. There is a lot of difference between a democratic government and an Islamic government. In this article, the reality of democracy and the Islamic system of government have been explained in the light of Quran and Hadith.

Key words: Democracy, Contrary, Legislate, Quran, Hadith, Abolish

جمہوریت کے بارے میں اہل علم مختلف تعریفات کرتے ہیں۔ جمہوریت کی چند تعریفات مندرجہ ذیل ہیں۔

"الجمہور من کل شیء معظمه------------ والحکم الجمہوری ان یکون الحکم بید اشخاص تنتخبهم الامة علی نظام خاص، و یکون للامة رئیس ینتخب لمدة محدودة۔ الجمهوریة دولة یر آسها حاکم منتخب من الشعب او من ممثلیه و تکون ریاسته لمدة محدودة۔[1]"

"جمہوریت کا مطلب اس نظام کا فیصلہ جو مخصوص لوگوں کے سپرد ہو جن کو عوام ایک مخصوص طریقہ کے تحت منتخب کرتی ہے اور عوام اپنی ایک محدود مدت کے لئے اپنے حاکم کو منتخب کرتے ہیں۔ یہ جمہوریت ایک ایسی مملکت کو کہتے ہیں جس کا حاکم عوام و خواص ایک مدت کے لیے منتخب کرتے ہیں .

موجودہ دور کے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنی تصنیف "اسلام اور سیاسی نظریات" میں جمہوریت کی تعریف کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

"جمہوریت کی معنی ہوئے ایسا حکومتی نظام جس کے اندر عوامی یا عوام کی رائے کو کسی نہ کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کے لیے بنا دیا گیا ہو"۔ آگے

---

[1] **ابراهیم مصطفی**، احمد الزیات، حامد عبدالقادر محمد النجار، **معجم الوسیط**، باب: الجیم، دارالدعوۃ۔ ج1، ص 137

Ibrahim Mustafa, Ahmad Al-Zayat, Hamid Abdul-Qadir Muhammad Al-Najjar, Mujam Al-Waseet, Chapter: Al-Jeem, Dar-e-Dawa. Vol. 1, Pg 137

فرماتے ہیں کہ جمہوریت کی جامع ومانع تعریف کے سلسلے میں سیاست کے علماء کا خود اتنا بڑا اختلاف موجود ہے کہ ایک تعریف کسی دوسری تعریف سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ بہر حال ان سب کی مجموعی حیثیت اور مفہوم کے لحاظ سے جمہوریت کی تعریف یہ بنتی ہے کہ: "اس سے ایسا نظام مراد ہے جس میں عوامی رائے کو کسی نہ کسی شکل میں حکومت کی پالیسیوں کو طے کرنے کی بنیاد بنایا گیا ہو"۔[2]

محمد صلاح الدین کے مطابق: "جمہوریت ایک ایسے حکومتی طرز کا نام ہے جس میں اقتدار ایسے افراد یا ایسی سیاسی جماعتوں کو سونپا جاتا ہے جن کو رائے دہندگان کی اکثریت نے اپنی آزادانہ منشا سے اپنا نمائندہ منتخب کیا ہو۔"[3]

پروفیسر شاہ فرید الحق جمہوریت کی تعریف یوں کرتے ہیں: "جمہوریت عوام کی ایسی حکومت ہے جس میں وہ اپنی بساط کے مطابق پوری خود اعتمادی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں"۔[4]

جمہوریت کی ابتدا

کچھ حضرات جمہوریت کو مغرب کی بدعت قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کی ابتدا مغرب والوں نے کی ہے۔ چونکہ یہ غیر مسلموں کی ایک نئی پیداوار ہے۔ لہذا اس نظام کو اپنانے کا مطلب ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے نظام کو اپنا کر ان کے شریک بنتے ہیں۔ کچھ علمائے کرام نے اسلام اور صاحب شریعت ﷺ کو ہی جمہوریت کا بانی قرار دیا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اکثریت کی رائے کو اپنی رائے پر فوقیت دے کر اکثریت کی رائے پر فیصلہ کرنا جمہوریت کی بنیاد ہے۔ اس کے مطابق اکثریت کی رائے کو ترجیح دے کر فیصلہ کرنا رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی ثابت ہے۔

علامہ عبد القادر عودہ رحمہ اللہ جو مصر کے معروف ومشہور عالم اور محقق تھے۔ ان کے خیال کے مطابق جمہوریت کا طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی رائج فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے بھی اسی طرز کو اپنایا۔ وہ اپنی بات کی دلیل میں قریش جب جنگ کرنے کے لئے تیاری کر کے آئے اور جبل احد کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ اس بات کا جب حضور ﷺ کو پتہ لگا تو آپ نے صحابہ کرام کو مشورہ کرنے کے لئے فرمایا کہ جنگ مدینہ میں رہ کر لڑی جائے یا مدینہ سے باہر جا کر؟ اس وقت صحابہ کی یہ رائے تھی کہ مدینہ میں ہی رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ اس رائے میں حضرت عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے حامی تھے۔

جبکہ اکثر صحابہ کرام نے باہر جا کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اکثریت کے مشورے کے مطابق گھر سے جنگی لباس پہن کر اکثریت کے مطابق فیصلہ فرما کر باہر جا کر مقابلہ کرنے کے لیے ان کی قیادت فرماتے نکل پڑے۔ اس بات سے یہ ثابت کیا کہ جمہوریت کے سب سے پہلے بانی

---

[2] محمد تقی عثمانی، مولانا، مفتی، اسلام اور سیاسی نظریات، پاکستان، کراچی، مکتبہ معارف القرآن 2010ء، ص 80، 81
Muhammad Taqi Usmani, Maulana, Mufti, Islam and Political Ideas, Pakistan, Karachi, .Maktaba Ma'rif al-Qur'an 2010 , Pg 80,81

[3] محمد صلاح الدین، جمہوریت فریب یا حقیقت، پاکستان ووٹر فورم پاکستان 1989ء، ص 1
Muhammad Salahuddin, Democracy Illusion or Reality, Pakistan Voter Forum Pakistan 1989 Pg 1

[4] شاہ فرید الحق، نظری سیاست، پاکستان، کراچی، شیخ سنز 1991ء، ص 301
Shah Farid-ul-Haq, Nazri Politics, Pakistan, Karachi, Sheikh Sons, 1991 , Pg 301

اور موجد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جنہوں نے اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایااور اس پر عمل بھی کیا۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی رائے پر اکثریت صحابہ کرام کی رائے کو ترجیح دی اور اس کے برعکس اپنی رائے کو ترک فرمایا۔

رسول پاک ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ جب مرتدین کے خلاف لڑنے کا معاملہ پیش آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھوڑے سے صحابہ کرام اسی رائے پر تھے کہ ان کے ساتھ جہاد کر کے لڑا جائے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی کوئی نرمی نہ کی جائے۔ جبکہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے اس کے برعکس تھی کہ مصلحت سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ کوئی لڑائی نہ کی جائے۔ یہ مشورہ چل رہا تھا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو پسند کیا اور اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کر کے عمل کیا گیا۔ اکثریت کے اطمینان کے بعد جو کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس رائے کے مخالف رائے کے حامی کے وہ بھی اس جہاد میں دل کے اطمینان کے ساتھ شریک ہوئے اور انہوں نے بھی جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں۔[5]

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں فرمایا ہے کہ : "حقیقی جمہوریت کا بنیاد ڈالنے والا اسلام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر رحمۃاللہ نے فرمایا ہے کہ مملکت کی مبہمات میں مشورہ لینا واجب ہے۔ اسلام نے امیر کو منتخب کرنے کے لئے بھی مشورے کا حکم دیا ہے اور زمانہ جاہلیت والی ایسی شخصی بادشاہت کو ختم کیا ہے جن کو وہ بادشاہتیں وراثت میں ملتی تھیں۔ اسلام نے ایک حقیقی جمہوریت کی بنیاد رکھی ہے جس میں ہر انسان کے حقوق کی بات کی گئی ، جبکہ مغربی جمہوریت میں عوام کو کسی قسم کے اختیارات نہیں دیے گئے ۔اہل شوریٰ پر بھی کچھ پابندیاں عائد کی گئیں ہیں۔ اس لئے اسلام کا حکومتی نظام نہ تو شخصی بادشاہت والا ہے اور نہ ہی جمہوریت والا ہے بلکہ ان دونوں سے الگ اپنا ایک نہایت ہی معتدل دستور پیش کیا ہے"۔[6]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ " شوریٰ سے مراد یہ ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کی رائے کو معلوم کیا جائے۔ جمہوریت کا آج کے دور میں اصول بھی یہی ہے جس پر پارلیمانی نظام کھڑا ہے۔ اس کی بنیاد اسلام نے اس وقت ہی رکھ لی تھی جب مغرب جمہوریت اور پارلیمنٹ کے مطلب و مفہوم اور معنی سے بھی آشنا نہیں تھا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے سے ہی یہ حکم فرمایا گیا تھا کہ وشاورھم فی الامر۔ اس کا مطلب ہے کہ مملکت کے معاملات کے لیے شوریٰ کے نظام کو اختیار کیجئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لیے یہ قانون بنایا گیا کہ جب اجتماعی معاملات ہوں تو اس وقت یہ اصول اپناؤ۔ وامرھم شوریٰ بینھم یعنی مسلمانوں کے سارے امور شوریٰ ہی کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔ اسلام نے جمہوریت کو فروغ دیا۔ جمہوریت والا مزاج بنایا اور یہ نظام آج دوسری اقوام کے لیے مشعل راہ بن چکا ہے۔ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد اسلامی دنیا میں اسلام کے نظام کو اپنانے اور غیروں کے نظاموں کو مسترد کرنے کی خوش آئندہ لہر چل پڑی ہے۔[7]

---

[5] عودہ، عبدالقادر، التشریح الجنائی الاسلامی مقارنا بالوضع القانونی، نظریۃ الشوریٰ، لبنان، بیروت، دار الکاتب العربی۔ ج 1، ص 38، 39

Audah, Abd al-Qadir, al-Tashreeh al-Jinani al-Islami compared to the legal status, Nazarite .al-Shura, Lebanon, Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi , Vol.1 , Pg 38,39

[6] عثمانی، شفیع محمد، معارف القرآن ، پاکستان، کراچی، ادارۃ المعارف 1417ھ۔ ج 7، ص 705

Usmani, Shafi Muhammad, Maarif al-Qur'an, Pakistan, Karachi, Idarat al-Maarif 1417 AH. Vol. 7 , Pg 705

[7] ملتانی، محمد اسحاق (مرتب)، اسلام اور سیاست، پاکستان، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ 1427ھ۔ ص 304

ہندوستانی علماء کرام نے بھی اپنی تحریرات میں جمہوریت کو اسلام کی حکمرانی کے طرز کے قریب قرار دیتے ہوئے فرمایا: حکومت کا طرز پرانے زمانے سے چلتا آرہا ہے۔ آج کل جس سیاسی نظام کو پوری دنیا میں مشرق سے مغرب تک میں تسلیم کیا جاتا ہے اور عمل میں لایا جاتا ہے وہ جمہوری نظام اور اس کے کچھ اصول اسلامی حکومت کے طرز کے بہت قریب ہیں اور کچھ اصول اسلامی تعلیمات کے مغایر ہیں۔ لیکن جمہوریت کی مختلف قسم کی شکلیں دنیا کے اندر چلتی ہیں اور ان میں حکومت کی مختلف طرزوں کو سمو لینے کی گنجائش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے مسلمان ممالک میں ایسی جمہوری طرز کو فروغ دینے کی سعی کی جاتی ہے جو شریعت اسلام سے ہم آہنگ ہو۔[8]

موجودہ جمہوری نظام اگر مغرب ہی کی ایجاد مانا جائے تو بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس کو مغرب کی پیداوار ہونے کی بنا پر کفر کہنا صحیح نہیں ہے۔ آج مغرب سائنسی ترقی میں مشرق سے بہت زیادہ آگے ہے۔ اس کی ایجادات اور پیداوار سے پوری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ مسلمان بھی اس کو استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے اپنے دینی امور بھی سرانجام دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں غیر مسلموں سے سیکھنا اور ان پر عمل کرنا بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ ایسے کام کی ترغیب دی جاتی تھی اور اس کی تحسین کی جاتی تھی۔ جیسے غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کے مشورے پر عمل کیا گیا۔ خندق کا طریقہ غیر مسلموں کا تھا جس کی تجویز حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دی تھی تو بھی غیر مسلموں کے اس طریقے کو عمل میں لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف جنگی فنون سیکھنے اور مختلف اسلحہ استعمال کرنے کے طریقے سیکھنے کے لئے غیر مسلموں کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسے طائف کے غزوہ میں منجنیق جو غیر مسلموں کا ہتھیار تھا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا۔ اس طرح جب تستر کا محاصرہ ہوا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منجنیق قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ اسکندریہ کے محاصرے کے دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منجنیق کا استعمال کیا۔[9]

اکثریت کی وجہ سے فیصلہ کرنے سے قرآنی ممانعت

ایسے لوگ جو جمہوریت کو کفار کی ایجاد سمجھ کر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنا ایک اشکال یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جمہوریت کے طرز عمل سے فیصلہ اکثریت کی رائے پر ہی ہوتا ہے۔ اس حساب سے اکثریت کی رائے کی پیروی کرنا لازم ہوتا ہے۔ ایسا کرنا غلط ہے۔ اس کی دلیل میں وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پیش کرتے ہیں۔

"وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾"[10]

Multani, Muhammad Ishaq (compiled), Islam and Politics, Pakistan, Multan, Ashrafiya .Publishing House, 1427 AH , Pg 304

[8] الیکشن کے شرعی احکام، مجموعہ مقالات علمائے ہند، انڈیا، دہلی، ایفا پبلیکیشنز 2014ء۔ ص 21

Shariah Rules of Election, Collection of Articles by Scholars of India, India, Delhi, EFA Publications 2014 , Pg 21

[9] کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، غزوہ خندق واحزاب، پاکستان، کراچی، الطاف اینڈ سنز۔ جلد 1، ص 792،

Kandhalvi, Muhammad Idris, Seerat al-Mustafa, Ghazwa Khandaq and Ahzab, Pakistan, Karachi, Altaf and Sons. Volume 1, Pg 792

[10] القرآن 66 :11

Al-Quran 11 : 66

"اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! اگر تم ان لوگوں کی اکثریّت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔"

اس آیت کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثریت کی پیروی کرنے کو گمراہی قرار دیا ہے۔ ایسی گمراہی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے جمہوریت گمراہی ہے کیونکہ وہ بھی اکثریت کی پیروی ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ: مفسرین حضرات جن میں علامہ سیوطی، خازن، نسفی، بغوی، مظہری، قرطبیؒ اور ابن جوزی رحمہم اللہ وغیرہم یعنی اکثر مفسرین حضرات نے اس آیت کا مصداق کفار کو ہی قرار دیا ہے۔ یہ حضرات اکثر من فی الارض سے کفار مراد لیتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس قول کی تفسیر میں راجح سمجھتے ہوئے عموم والی تفسیر اور قول کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"والمراد بمن فی الارض: الناس، و باکثرھم الکفار، وقیل: ما یعمھم و غیرہم من الجھال و اتباع الھوی"-[11]

"من فی الارض سے مراد زمین پر موجود لوگ ہیں اور ان کی اکثریت کفار کی ہے۔ تو وہ مراد ہیں اور کہا گیا کافر، جاھل اور خواہشات کی پیروی کرنے والے سب مراد ہیں"۔

اس آیت کی راجح تفسیر سے کفار ہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ مسلمان ممالک میں اکثریت کفار کی نہیں ہوتی بلکہ وہاں پر مسلمانوں کی ہی اکثریت ہوتی ہے۔ تو فاسق اور کافر کے بارے میں احکامات اور حدود الگ الگ ہیں دونوں الگ الگ درجے میں ہیں۔ کسی ایک کے بارے میں حکم ہو تو اس میں دوسرے کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ فساق کی اتباع کرنا جائز ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ اس آیت کا مصداق مسلمانوں کی اکثریت اگر فاسق ہے تو ان کو نہ ٹھہرایا جائے۔

شریعت اسلام میں اکثریت کو ہی ترجیح دی جاتی رہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اکثریت کو سرے سے ہی نظر انداز کیا گیا ہو۔ شریعت اسلامی کے کافی فقہی مسائل ایسے ہیں جن کی بناء اکثریت کے اعتبار پر ہے۔ علامہ محمد امین بادشاہ الحنفی نے ایک اصول پیش فرمایا: لان الاکثر حکم الکل فی کثیر المواضع۔[12]

حدیث مبارکہ میں تین قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ ان تین میں ایک ایسا امام جس کو قوم اور مقتدی پسند نہ کرتے ہوں شامل ہے۔ اس کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا امام ہے جس کو مقتدیوں کی اکثریت پسند نہ کرتی ہو۔ جس کو ناپسند کرنے والے دو تین مقتدی ہوں تو وہ اس حکم میں شامل نہیں ہوگا۔ اس میں مقتدیوں کے نیک ہونے یا عادل مقتدی ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ صرف اکثریت کا اعتبار ہوگا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرے اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ دوسری وہ عورت جو رات گزارے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تیسرا وہ جو حي علی الفلاح سنے اور اس کا جواب نہ دے (یعنی جماعت میں حاضر نہ ہو)"۔ [13]

---

[11] آلوسی، محمود بن عبداللہ، روح المعانی، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1415ھ۔ ج4، ص257
Alousi, Mahmud bin Abdullah, Ruh al-Ma'ani, Lebanon, Beirut, Dar al-Kitab al-Ulamiya 1415 AH , Vol . 4 , Pg 257

[12] محمد امین امیر بادشاہ الحنفی، تیسیر التحریر، لبنان، بیروت، دار الفکر۔ ج2، ص190
.Muhammad Amin Amir Badshah Al-Hanafi, Taysir Tahrir, Lebanon, Beirut, Dar al-Fikr Vol. 2 , Pg 190

[13] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب: نماز کے احکام و مسائل، باب: جو کسی قوم کی امامت کرے اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، حدیث نمبر358

حج کے مسئلے میں بھی ایسا حکم ہے۔ جیسے امام اور عوام نے اپنے خیال کے اعتبار سے یوم عرفہ سمجھ کر وقوف عرفہ کر لیا۔ دوسری طرف کچھ لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ دن یوم عرفہ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اپنے گمان کے مطابق وقوف عرفہ کیا۔ بعد میں اگر یہ معلوم ہو بھی جائے کہ وہ چند لوگ اپنے گمان میں صحیح بھی تھے اور انہی کے یقین کے مطابق یوم عرفہ تھا۔ اس صورت میں بھی عوام کا ہی حج صحیح ہو گا اور ان چند لوگوں کا حج صحیح نہیں ہو گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اکثریت کی مخالفت کی ہے۔[14] اس طرح کا مسئلہ ردالمختار میں بھی ہے۔[15]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کا عمل

جنگ احد کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق باہر نکل کر میدان میں آئے اور اکثریت کی رائے کے مطابق ہی عزم جنگ فرمایا۔[16]

رسول اللہ ﷺ سے اکثریت یعنی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم بھی ثابت ہے اور جماعت کے ساتھ رہنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"عَنْ أَبِی ذَرٍّ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّہُ قَالَ: ((اثْنَانِ خَیْرٌ مِنْ وَاحِدٍ، وَثَلَاثٌ خَیْرٌ مِنِ اثْنَیْنِ، وَأَرْبَعَۃٌ خَیْرٌ مِنْ ثَلَاثَۃٍ، فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ، فَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَنْ یَجْمَعَ أُمَّتِی إِلَّا عَلٰی ہُدًی۔"[17]

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک کی نسبت دو، دو کی نسبت تین اور تین کی نسبت چار بہتر ہیں، پس تم جماعت کے ساتھ رہو، اللہ تعالیٰ میری امت کو ہدایت کے سوادوسرے کسی کام پر ہرگز جمع نہیں کرے گا"۔

"وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّار "۔[18]

ترجمہ: "حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ میری امت کو " یا فرمایا: محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ جہنم میں الگ ڈالا جائے گا۔"

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی، لہٰذا جب تمھیں اختلاف نظر آئے تو بڑی جماعت کا ساتھ دو"۔"۔[19]

Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Sunan Tirmidhi, Book: Rules and Problems of Prayer, .Chapter: Whoever leads a nation and the people dislike him, Hadith no , 358

[14] الزیلعی، عثمان بن علی فخر الدین الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، کتاب: الحج، مسائل منثورہ، مصر، قاہرہ، المطبعۃ الکبریٰ والامیریہ 1313ھ۔ جلد 2، ص 92،93

[15] محمد امین بن عمر، ردالمختار علی الدر المختار، کتاب: الحج، لبنان، بیروت، دار الفکر 1412ھ۔ ج 2، ص 618
Muhammad Amin bin Umar, Rad al-Mukhtar Ali al-Dur al-Mukhtar, Kitab: Hajj, Lebanon, ,Beirut, Dar al-Fikr 1412 AH. Vol. 2 Pg 618

[16] سیوہاری، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، پاکستان، کراچی شیخ الہند اکیڈمی۔ ص 188
Seohari, Hafez ur Rehman, The Economic System of Islam, Pakistan, Karachi Sheikh-ul-Hind Academy. Pg 188

[17] احمد بن حنبل، ابوعبداللہ بن محمد، المسند، کتاب: الفضائل، باب: مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے اور بادشاہ کا اکرام کرنے کا بیان، حدیث نمبر 12129۔
Ahmad Ibn Hanbal, Abu Abdullah Ibn Muhammad, Al-Musnad, Kitab: Al-Fadayl, Chapter: .Statement of Staying with the Muslim Community and Honoring the King, Hadith no. 12129

[18] خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 173
Khatib Tabrizi, Muhammad bin Abdullah, Mishkaat al-Masabih , Hadith No. 173

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے لیے چھ صحابہ کرام کی شوریٰ مقرر فرمائی تھی۔ پھر یہ فرمایا کہ اس شوریٰ کی اکثریت رائے کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر اس میں طرفین کی رائے برابر ہو جائے تو اس صورت میں آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی رائے میں شامل کیا جائے۔ پھر جو اکثریت رائے ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے ۔[20]

امام غزالی فرماتے ہیں امامت اور حکومت شوکت اور رعب سے ہی قائم ہوتی ہے۔ شوکت کا حصول تعاون، مدد، لوگوں کی کثرت، اتحاد، اتفاق اور اتباع سے ہوتا ہے۔ یہ ترجیحی اسباب میں سے ایک مضبوط سبب ہے۔ اس لیے جب کسی معاملے میں شروع میں اختلاف ہو جائے تو بھی اس صورت میں لوگوں کی عددی کثرت کو ترجیح دینا لازم ہے۔[21]

علامہ قاضی حسین بن محمد مہدی بہت سارے دینی اہم مسائل میں اکثریت کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

والاخذ بالاکثریۃ معمول به عند علماء و مؤرخی المسلمین الاوائل-[22]

ترجمہ: "اکثریت کے رائے پر عمل کرنا ابتدائی دور میں علمائے کرام اور مسلمان مورخین کے ہاں معمول رہا ہے"۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جن کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اگر مجھے کسی کے علم کا اثر پڑتا ہے تو وہ مولانا حبیب الرحمن عثمانی ہیں"۔[23] فرماتے ہیں کہ: امیر کی ذات پر اگر مکمل اعتماد ہو تو اکثریت یا اقلیت کی رائے کو شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر امیر کو ایسا اعتماد حاصل نہ ہو تو پھر کام چلانے کے لئے لازم ہے کہ اکثر کا اعتبار کیا جائے۔[24]

مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن معاملات کے بارے میں شریعت اسلام کی اساس میں کوئی واضح حکم موجود ہو تو وہاں پر کسی بھی طرح اکثریت کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، مگر اس کے برعکس جن معاملات میں اہل علم کی رائے معتبر ہوتی ہے وہاں پر اہل علم کی اکثریت کے مطابق فیصلہ کیا

---

[19] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب: فتنوں کے متعلق احکام و مسائل، باب: سواد اعظم (بڑی جماعت کے ساتھ رہنے) کا بیان، حدیث نمبر 3950

Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid Qazwini, Sunan Ibn Majah, Book: Rulings and Issues Concerning Temptations, Chapter: Statement of Sawad Azam (Living with a Large Group), Hadith No . 3950.

[20] ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن عوف، تاریخ ابن خلدون، مقتل عمر وامر الشوریٰ وبیعت عثمان، لبنان، بیروت، دار الفکر 1408ھ۔ ج2، ص569

Ibn Khaldun, Abd al-Rahman bin Awf, History of Ibn Khaldun, Death of Umar and Amr al-Shura and Bayat Uthman, Lebanon, Beirut, Dar al-Fikr 1408 AH . Vol.2, Pg 569.

[21] الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، فضائح الباطنیہ، الباب التاسع، کویت، مؤسسۃ دار الکتب الثقافیۃ۔ ص175

Al-Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad al-Ghazali, Fazaih al-Batniyyah, Chapter 9, Kuwait, Musisat Dar al-Kitab al-Thaqafiyyah. Pg 175

[22] القاضی، حسین بن محمد المہدی، الشوریٰ فی الشریعۃ الاسلامیہ، مکتبۃ المحامی۔ ص232

Al-Qazi, Hussain bin Muhammad Al-Mahdi, Al-Shura fi al-Shariat al-Islamiyyah, School of Lawyers. Pg 232

[23] محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، پاکستان، لاہور، المیزان 2005۔ ج2، ص59

Mahboob Rizvi, History of Darul Uloom Deoband, Pakistan, Lahore, Al Meezan 2005 .V.2,Pg59

[24] ایضا ص60

Ibid Pg 60

جائے گا۔ مجلس شوریٰ کے قوانین اور دستور میں اس بات کو شامل کیا جاسکتا ہے کہ مباحات کے معاملے میں جہاں پر اختلاف پایا جائے وہاں پر اکثریت کی رائے کا اعتبار کیا جائے۔[25]

حکومت کی اقسام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے حکومت کی اقسام کے بارے میں تفصیل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر حکومت کا سارا نظام نبوت کے منہج پر ہو اور حکمران اور سلطنت کا امیر نبی کی فاضلہ صفات کا عکس، نمونہ اور پر تو ہو تو ایسی سلطنت خلافت راشدہ ہے۔ اور اگر وہ حکومت یا ریاست نبوت کے منہج پر نہ ہو اور وہ حکومت خود کو مسلمان کہتی ہو اور من حیث الحکومت اسلام کو اپنا مذہب بتاتی ہو، یعنی وہ یہ اعتراف اور اقرار کرتی ہو کہ حکومت کا اپنا من حیث الحکومت مذہب اسلام ہے اور وہ حکومت یا ریاست شریعت اسلام کے قانون کی اتباع اور پیروی کرنے کو اپنے لئے دل و زبان سے لازم اور ضروری سمجھتی ہو تو یہ حکومت ایک اسلامی حکومت ہے۔ جس کا مذہب اسلام ہے۔ پھر اگر اس میں عدل وانصاف اور امانت و دیانت کا عنصر غالب ہو تو ایسی حکومت حکومت عادلہ کہلائے گی۔ ورنہ وہ حکومت ظالمہ اور جابرۃ کہلائے گی اور اگر حکومت کا مذہب من حیث الحکومت اسلام نہ ہو، اسلامی شریعت کے قانون کی پیروی اور اتباع کا اعتراف نہ کرے تو وہ لادین اور غیر مسلم حکومت ہے۔[26]

پارلیمانی نظام کی وضاحت

مسلمانوں کے لئے سیاسی میدان بھی دینی خدمات کا میدان ہے۔ اس میدان میں بھی مسلمان صرف محنت اور جدوجہد کا ہی مکلف ہے۔ نتیجہ تو اس کے ہاتھ میں نہیں ہے اور نہ ہی وہ اپنی منشا کا نتیجہ پانے کا مسؤل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیر سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم مسلمان اپنی کوششوں کو جاری رکھیں باقی نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر امید اور بھروسہ رکھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اپنی تبلیغی کاوشوں کو جاری رکھا۔ ان میں سے کچھ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے بھی گزرے ہیں جن پر ایمان لانے والے بہت کم تعداد میں موجود تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جن پر ایمان لانے والے ایک دو ہی شخص تھے۔ کچھ تو ایسے بھی ہیں جن پر ایمان لانے والا کوئی ایک شخص بھی نہیں تھا۔ ان حضرات نے اپنی پوری جدوجہد کی۔ نتیجہ کیا نکلا؟ اس کی وجہ سے ہم ان ہستیوں کو ناکام نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے دور میں کچھ علاقوں میں سالوں سے جہاد جاری ہے۔ ہزاروں لاکھوں لوگ اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کو کامیابی نہیں ملی اور ان کو اپنا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ جیسے کشمیر اور فلسطین وغیرہ۔ تو کیا اب ان کو ناکام تصور کیا جائے یا ان کو اپنی جدوجہد کو چھوڑ کر دوسروں کے رحم و کرم پر رہنے کا مشورہ دیا جائے؟ یا ان کو جہاد چھوڑنے کا کہا جائے؟ ایسا کرنا کم علمی والی بات ہو گی۔ اس طرح پارلیمانی سیاست سے مسلمانوں کا مقصد اسلام کا نفاذ بھی ہے اور اس کے ساتھ کئی دینی مصلحتیں بھی ذہن نشین ہیں۔ اسلامی مملکت میں اسلامی احکامات، اسلامی تعلیمات کا فروغ، اسلامی شعار کی حفاظت، ایلاء کلمۃ اللہ، اسلامی قوانین کا تحفظ وغیرہ جیسی مصلحتیں بھی مستحضر ہیں۔ اس طرح اسلامی سماج میں اسلامی احکامات کو نافذ کرنا بھی پارلیمانی سیاست کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے غیر شرعی عوامل کا اسلامی معاشروں میں خلط ہونا، ان کو روکنے اور اسلامی تہذیب، شعاروں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا دفاع کرنا بھی اسلامی مملکت کی پارلیمانی سیاست کے ذمہ ہے۔ اور اس طرح کی ہر خدمت کرنے کے لئے اسلامی ممالک میں پارلیمنٹ

---

[25] عثمانی، محمد تقی، اسلام اور سیاسی نظریات، پاکستان، کراچی، معارف القرآن 2010۔ ص10
Usmani, Muhammad Taqi, Islam and Political Ideologies, Pakistan, Karachi, Maarif al-Qur'an 2010 , Pg 10

[26] کاندھلوی، محمد ادریس، دستور اسلام ، پاکستان، لاہور، مکتبہ عثمانیہ۔ ص17، 18
Kandhalvi, Muhammad Idris, Constitution of Islam, Pakistan, Lahore, School of Usmania,Pg17,18

قائم ہوتی ہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ اس پارلیمانی سیاست کی وجہ سے آج تک مکمل طور پر شریعت نافذ نہیں ہو سکی۔ اس کے اسباب ہیں۔ پارلیمانی سیاست میں ایک عالم اور جاہل کو ووٹ کا برابر حق کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا بھی تو آثار صحابہ میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہمارے لئے حجت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب خلیفہ مقرر کیا جا رہا تھا تو اس وقت بلا تمیز مرد و عورت، بچہ یا بوڑھا سب سے رائے طلب کی گئی تھی۔ یہ رائے طلب کر کے فیصلہ نافذ کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ اس ووٹنگ میں ان لوگوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے یا نہ ہونے پر اپنی رائے دی تھی۔ جس کو آج کی اصطلاح میں ووٹ کہا جاتا ہے۔ اس ووٹنگ کی صورتحال یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کے انتخاب کے لئے لوگوں سے انفرادی طور پر بھی اور مجموعی طور پر بھی، کھلم کھلا بھی اور رازداری میں بھی رائے لیتے اور ان کا حساب رکھتے گئے۔ اس ووٹنگ میں عام لوگ، قائدین، اہل علم، بچے اور پردہ نشین خواتین کو بھی شامل کیا گیا۔ ان کے پاس پہنچ کر ان سے رائے لی گئی۔ اس جنگ میں حضرت عمار اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو ایسے افراد تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حمایت میں ووٹ دیا باقی سب نے بنا کسی اختلاف کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حمایت میں ووٹ دیا۔[27]

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مملکت کے امور کو چلانے کے لیے کسی عالم سے زیادہ کسی جاہل کی رائے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے عالم اور نیک شخص صرف کردار کے حوالے سے صالح ہو مگر سیاست کے امور، ریاست کی نگرانی سے بالکل بے خبر اور نہ آشنا ہو تو ایسی صورت میں علماء کرام کا فتویٰ ہے کہ ایسے فاسق کو امور سیاست کی ذمہ داری دینا راجح اور اولیٰ ہے، جو سیاست سے واقف ہو اور امور سیاست و ریاست کا ماہر ہو۔ علامہ ابن تیمیہ ایسی صورتحال میں فرماتے ہیں: جب دو ایسے آدمی ہوں جن میں ایک زیادہ امانت دار ہو اور دوسرا اس سے زیادہ قوی ہو تو ایسی صورت میں ان دونوں میں جو بھی ملک کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو، جس سے ملک کو کم نقصان ہو۔ اس طرح جنگ اور قتال کے وقت بھی ایسے شخص کو امیر بنایا جائے گا جو زیادہ بہادر اور قوی ہو اگرچہ وہ فاسق یا فاجر ہو تو بمقابل اس کے جو امیر کمزور و عاجز ہو۔

امام احمد بن حنبل سے جب پوچھا گیا کہ اگر دو شخص جنگ میں امیر ہوں۔ ان میں سے ایک طاقتور فاجر ہو اور دوسرا صالح کمزور ہو۔ ایسی صورت میں کس کے ساتھ غزوہ اور قتال میں شرکت کی جائے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: طاقتور کی طاقت مسلمانوں کے کام آئے گی اور اس کے برے اعمال کی خرابی اس کی ذات کو پہنچے گی اور نیک ضعیف آدمی کی نیکی اس کی ذات کے لئے ہے اور اس نے نیک کمزور کے ضعف اور کمزوری کا نقصان سب مسلمانوں کو بھگتنا پڑے گا۔ لہذا قوی فاجر کے ساتھ مل کر ہی جنگ لڑی جائے۔[28]

---

[27] ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایہ والنہایہ، خلافت امیر المومنین عثمان بن عفان، لبنان، بیروت، دار احیاء التراث الاسلامی 1408ھ۔ ج7، ص164
Ibn Kathir, Abu al-Fida Ismail ibn Umar ibn Kathir, Al-Badiyah and Al-Nahiyah, The Caliphate of Amir al-Mu'minin Uthman ibn Affan, Lebanon, Beirut, Dar Ihya al-Tarath al-Islami 1408 AH , Vol.7 , Pg 164

[28] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، السیاسیۃ الشریعۃ، السعودیہ العربیہ، وزارۃ السوٗن الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد 1418ھ، ص15
Ibn Taymiyyah, Ahmad Ibn Abdul Halim, Al-Siyasiya Al-Sharia, Al-Saudiya Al-Arabiya, Ministry of Al-Sunan Islamiyya and Al-Awqaf, Da'wa and Al-Irshaad 1418 AH , Pg 15

اس طرح کا قول حضرت علامہ ابن قیم سے بھی منقول ہے۔[29]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کے رائے لینے کے عمل سے خواتین کا ووٹ دینے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ عورت پارلیمانی ممبر بن سکتی ہے پارلیمنٹ بھی بن سکتی ہے۔ پارلیمنٹ بھی شوریٰ ہی ہے۔اس میں عورت کے ممبر بننے کے بارے میں بعض علمائے کرام جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

"وكان عمر يقدمها في الرأى و يرعاها و يفضليها و ربما ولاها شيئا من امر السوق"۔[30]

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے اور ان کی رعایت اور احترام فرمایا کرتے تھے اور کئی مرتبہ ان کو بازار کی نگرانی اور ذمہ داری بھی سپرد فرماتے"۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ: "بہر حال اس مسئلے میں طرفین کے پاس کچھ دلائل ہیں مگر کوئی ایسی واضح نص موجود بھی نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ انہیں شوریٰ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔البتہ یہ بات طے ہے کہ اگر انہیں شوریٰ میں شامل کیا جائے تو حجاب شرعی کے احکام کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہوگا"۔[31]

اسلامی ممالک کی عدالتوں میں شریعت اسلام کے مطابق فیصلے نہ ہونا

اسلامی ممالک میں جو قوانین لاگو ہیں یا ان کی عدالتوں کے اندر جو فیصلے ہوتے ہیں وہ غیر اسلامی ہونے کی وجہ شریعت اسلام سے ناآشنائی اور مغربی تہذیب اور اطوار کا اثر ہے۔ کیوں کہ اکثر اسلامی ممالک میں قضا کے عہدوں پر فائز جج صاحبان (قاضی) حضرات اسلامی علوم کے عالم نہیں ہوتے بلکہ وہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے انگریزی قوانین کے ماہرین ہوتے ہیں۔ایسا ہونا اس ملک کے قانون کی خامی ہے۔ایسے اسلامی ممالک دستور کے اعتبار سے اسلامی مملکت کہلاتے ہیں۔اس لیے ہم ایسے ممالک کو اسلامی ریاست سمجھتے ہیں۔ان کو اسلامی ریاست سمجھنے کی اصل وجہ ان کے دستور کا بنیاد ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دستور کی اہمیت کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ: "کسی ملک کا آئین و دستور دراصل اس کی بنیاد کا وہ پتھر ہے جس پر پوری حکومتی نظام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے"۔[32]

---

[29] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، صفات الحاکم وما یشترط فیہ، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1411ھ۔ج 1، ص 83
Ibn Qayyim, Muhammad Ibn Abi Bakr, Declaration of the Signatories on the Lord of the Worlds, the Attributes of the Rulers and His Conditions, Lebanon, Beirut, Dar al-Kitab Al-Ilamiya 1411 AH , Vol. 1, Pg 83

[30] العسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، الشفاء بنت عبداللہ، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1415ھ۔ج 8، ص 202
Al-Asqalani, Ibn Hajar Ahmad bin Ali, Al-Asaba fi Tameez Sahaba, Al-Shifa bint Abdullah, Lebanon, Beirut, Dar al-Kitab al-Ulamiya 1415 AH , Vol.8 , Pg 202

[31] عثمانی، محمد تقی، اسلام اور سیاسی نظریات، پاکستان، کراچی، مکتبہ معارف القرآن 2010۔ص 269
USamani, Muhammad Taqi, Islam and Political Ideologies, Pakistan, Karachi, Maktaba .Ma'rif Al-Qur'an 2010 , Pg 269

[32] عثمانی، محمد تقی، عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟، پاکستان، کراچی، مکتبہ دار العلوم 1409ھ۔ص 13
Usmani, Muhammad Taqi, How Islam can be enforced in the present age?, Pakistan, Karachi, .Maktaba Darul Uloom 1409 AH, Pg 13

دستور اور قانون میں فرق

عوام عمومی طور پر قانون اور دستور کے فرق سے لاعلم ہوتا ہے۔ لوگوں کو دستور اور قانون کے درمیان جو فرق ہوتا ہے اس کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔ عوام دستور اور قانون کو ایک ہی چیز سمجھتا ہے۔ جس کی وجہ سے کافی مسائل میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ دستور اور قانون کے فرق کو واضح کرنے کے لئے اہل علم حضرات نے کچھ تفصیل بیان کی ہے۔

حضرت مولانا شفیع محمد عثمانی اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں :دستور: حکمرانی کے نظام اور حکومت کے اثاثی اصولوں کا نام ہے کہ سلطنت کو کس طرح چلایا جائے؟ دستور کی دفعات میں اقتدار اعلی کس کا ہے، مملکت کے صدر کو معزول کرنا یا منتخب کرنا کس کے اختیار میں ہے، ایسے صاحب اقتدار لوگوں کا تقرر کن اصولوں کے تحت کیا جائے، صاحب اقتدار اعلیٰ کے اوصاف کیا کیا ہوں، ان کے فرائض میں کیا شامل ہے، حکومت کا طرز کیسا ہو یعنی وہ جمہوری طرز کا ہو یا پارلیمانی ہو، قانون سازی کا اختیار کس کو حاصل ہو اور وہ اختیار کون سے اصول و شرائط پر مبنی ہو وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے برعکس قانون حکومت یا ملک کے شعبہ جاتی نظام اور اس کی تفصیلات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ دستور قانون سے بالکل مختلف اور ایک الگ چیز ہے۔[33]

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: حکومت کے بنیادی اصولوں کا نام دستور ہے۔ دستور میں حکومت کس طرح اور کس طرز پر چلائی جائے شامل ہے۔ امارات، وزارت اور گورنری وغیرہ کے شرائط کیا ہیں اور ان اقتداروں کے فرائض میں کیا کیا شامل ہے اور ملک کے انتظامی شعبوں سے جو احکامات متعلق ہیں ان کا نام قانون ہے۔[34]

اسلامی قانون کا نافذ نہ ہونا

اکثر اسلامی ممالک میں اسلامی قانون لاگو نہیں ہیں۔ ان ممالک میں موجود علمائے کرام اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اسلامی ریاستوں کے وجود اور دستور کا تقاضہ یہی ہے کہ ان ممالک میں شریعت اسلام اور اسلامی قانون کو عملاً نافذ کیا جائے۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے اسلامی قانون نافذ نہیں کیا اس بنا پر وہ مجرم ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود اس بارے میں یوں فرماتے ہیں: "اسلامی قانون کے نافذ نہ ہونے کی ذمہ داری ان اشخاص پر عائد ہوتی ہے جو اس ملک کے اقتداری عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ یہ حکمران لوگوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ اسلامی نظام کو رائج کریں گے۔ مگر عملی طور پر اس کے ہمیشہ منکر ہی رہے۔ گزشتہ برسوں تک حکمران رہنے والے لوگوں نے اسلامی نظام کے نفاذ سے منحرف ہو کر اسلام اور ملکی قیام کے مقصد سے غداری کی ہے"۔[35]

---

[33] عثمانی، شفیع محمد، مفتی اعظم پاکستان، جواہر الفقہ، پاکستان، کراچی، مکتبہ دار العلوم 2013ء۔ ج5، ص468
Usmani, Shafi Muhammad, Grand Mufti of Pakistan, Jawahar al-Fiqah, Pakistan, Karachi, Maktaba Darul Uloom 2013 , Vol.5 , Pg 468

[34] کاندہلوی، محمد ادریس، دستور اسلام، پاکستان، لاہور، مکتبہ عثمانیہ۔ ص12
Kandhalvi, Muhammad Idris, Dastur Islam, Pakistan, Lahore, School of Usmania ,Pg 12

[35] اختر کاشمیری/محمد فاروق قریشی، اقوال محمود، پاکستان، کراچی، مفتی محمود اکیڈمی 2015ء۔ ص152
Akhtar Kashmiri / Muhammad Farooq Qureshi, Aqwal Mahmood, Pakistan, Karachi, Mufti .Mahmood Academy 2015 , Pg 152

خلاصہ کلام

جمہوریت کا مطلب اکثریت کی رائے کو نافذ کرنا۔اسلام میں اکثریت کی رائے کو نافذ کرنے کی اجازت ہے۔اس کی بناپراسلامی ممالک میں جمہوریت کی حکومت جائز ہے۔جمہوریت کو مغرب یا کفار کی ایجاد سمجھ کراس کو ناجائز سمجھنا مناسب نہیں ہے۔اسلام میں جمہوریت کی گنجائش ہے۔اس حساب سے موجودہ جمہوری نظام کو غیر اسلامی نظام نہیں سمجھنا چاہیے۔اسلامی ممالک میں اسلامی قانون کا نافذ نہ ہونا ان کے اقتداری عہدوں پر فائزلوگوں کا اپنے فرائض سے مفر ہے۔لہذاایسے لوگوں کواپنے اقتدار کے فرائض کو پورا کرنا چاہیے۔عوام کا جمہوریت کو غلط سمجھنا، جمہوریت کو غیر اسلامی ماننا، جمہوریت کو غلط سمجھتے ہوئے ووٹ ڈالنے کے لیے نہ جانا یہ سب نامناسب ہے۔اسلامی ممالک میں اسلامی قانون کے عدم نفاذ کو غیر اسلامی سلطنت سمجھنا بھی غلط فہمی ہے۔

جمہوریت کی ایک صورت ناجائز بھی ہے کہ جس میں اگرلوگوں کا اتفاق ناجائز چیز پر ہو توجمہوریت کا یہ طریقہ اسلام میں جائز نہیں یا کوئی غیر عالم لوگ علماء کے مقابلے میں کسی ذیلی مسئلے میں جمہوریت کی بنیاد پر کسی مسئلے پر اپنی رائے سے قائد کے کسی غلط چیز کا اجراء کردیں جیسے مغربی معاشرہ میں اور کبھی کبھی ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے۔ مغرب میں تو ہم جنس پرستی اور شراب نوشی وغیرہ کو بھی اسی طرح جائز قرار دیا گیا ہے۔ باقی جمھوریت کی دوسری صورتیں جائز ہوسکتی ہیں۔جب کہ کسی شرعی قانون کے مخالفت میں نہ ہوں۔

نتائج

1۔جمہوریت کی بنیاد اسلامی تعلیمات میں پائی جاتی ہے اس لیے اس کو غیر اسلامی سمجھنا غلط ہے۔

2۔جمہوریت غیر اسلامی نہیں بلکہ اسلام اس کی حمایت کرتا ہے۔

3۔اسلامی ممالک میں اسلامی قانون کا نفاذ نہ ہونے کا سبب جمہوریت نہیں بلکہ صاحب اقتدار لوگوں کا اپنے وطن کی اصل بناکر بھول کر نفس کی پیروی کرنا اور اپنے فرائض منصبی کو چھوڑنا ہے۔اس کے ساتھ غیروں کی ثقافت، تہذیب، تمدن اور اطوار کا اثر بھی ہے۔

4۔جمہوریت کے مفہوم میں اکثریت رائے پائی جاتی ہے اور اسی اکثریت کی بناپر ہی فیصلے مرتب کیے جاتے ہیں۔ مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل حجت ہوتا ہے۔جمہوریت کی مثال بھی ہمارے لئے حجت ہے۔ کیونکہ اس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضہ کا عمل موجود ہے۔

سفارشات

1۔اہل علم کو چاہیے کہ وہ جمہوریت کی حقیقت،اس کی بنیاد پر معلومات کو جمع کر کے عام کریں۔

2۔ محققین، مقررین، مبلغین اور مصنفین جمہوریت کے بارے میں اصل حقائق منظر عام پر لانے کی کوشش کریں۔جمہوریت کی بناپر حاصل ہونے والے اقتدار کے فرائض کو بھی واضح کریں تاکہ صاحب اقتدار اپنے منصبی فرائض سے باخبر ہوں۔

3۔جمہوریت پر یونیورسٹی کی سطح پر تحقیقی مقالات لکھوائے جائیں۔پھر ان مقالات کو چھپوا کر عام کرنے کی کوشش کی جائے۔

4۔جمہوریت کے موضوع پر مختلف مقامات پر لیکچر پروگرام اور ورکشاپ منعقد کروائے جائیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)